شیخ احمد یحیٰ مُنیَرِیؒ اور ان کے مکتوبات کا اختصاصی مطالعہ

Shaykh Ahmad Yahyā Munyarī and specialized study of his letters

☆نادیہ عالم

ABSTRACT

A great Muslim personality who was born in East India in the seventh century AH, not only spread the true teachings of Islam in Bihar but in whole of India. His teachings drew people nearer to Allah Almighty and His Messenger (Sallallaho alehi wa aalehi wasallam), and warmed the hearts of masses with the love of these two. This great scholar and Waliullah (friend of Allah) was known as Hazrat Khawaja Sharafuddin Ahmad Yahya Muniri (May Allah have mercy on him). He not only educated and trained the people through his seminary and priory, but also used letters for this purpose. A look into his services reveals that he wrote more than three hundred and fifty letters to a wide circle of people, including his followers, contemporaries, ministers, lords and even the kings. Fortunately, these letters are still safe and available to us even today and are continuing to be a source of guidance to their readers. This article includes a brief introduction to these important and valuable letters written by Hazrat Khawaja Sharafuddin Ahmad and mentions some of the important features of these letters.

Keywords: Munyari, Sharafuddin Ahmad , Islam, Letters, Epistology

ساتویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مشرقی علاقے بہار میں ایک ایسی عظیم شخصیت پیدا ہوئی جو بہار کی وجہ پہچان بنی، جس نے بہار کے علاقے کو شہرتِ دوام عطا کی۔ یعنی حضرت خواجہ شرف الدین احمد یحیٰ منیری علیہ الرحمہ۔ اس وقت ہندوستان میں خاندان غلاماں کے ساتویں بادشاہ علاءالدین مسعود (۶۴۴ھ-۶۶۴ھ) کی حکومت تھی۔ خواجہ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کا خاندان وہاں علم وفضل اور خاندانی سیادت کا حامل تھا۔ آپؒ کی حیثیت بہار میں روحانی بادشاہ کی مانند ہے۔آپؒ نےنہ صرف بہار کے علاقے بلکہ ہندوستان بھر میں علمِ شریعت اور حقیقت کو عام فرمایا۔ آٹھویں صدی ہجری میں آپؒ نے بہار میں تعلیم شریعت اور طریقت کا بیڑہ اٹھایا۔اس کے لیے آپؒ نےصرف تقریری صلاحیتوں سے ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ بالمشافہ رشد وہدایت کے علاوہ

☆پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، لاہور یونیورسٹی، لاہور

مکتوبات کو تعلیم و تربیت کا اہم ذریعہ بنایا اور ان کے ذریعے تبلیغ، درس و تدریس کو پھیلانے کے لیے سعی بلیغ فرمائی۔ بلا شبہ آپؒ کی شخصیت اور آپؒ کی تصانیف اسلامی تاریخ کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

شخصی آثار

آپ کے جدّ اعلی (پردادا) امام محمد تاج فقیہؒ قدس خلیل (بیت المقدس) سے ۵۷۶ھ میں صوبہ بہار ضلع پٹنہ کے ایک قصبہ منیر (Munyar) میں تشریف لاکر اقامت گزیں ہوئے ۔ اس وقت منیر کا راجہ بہت ظالم اور سرکش تھا خصوصاً وہاں کے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتا تھا۔یہ دیکھ کر حضرت امام تاج الدین فقیہؒ نے آمد کے چھٹے سال اس سے جہاد کرکے راجہ کو شکست دی اور منیر فتح کر لیا۔امام محمد تاج الدین کے تین صاحبزادے تھے۔ شیخ اسرائیل، شیخ اسماعیل اور شیخ عبدالعزیز۔زوجہ کی وفات کے بعد امام تاج الدین بیٹوں کو قائم مقام بناکر واپس بیت المقدس واپس چلے گئے۔ شیخ اسرائیل کے بڑے صاحبزادے حضرت یحیٰ (والد حضرت مخدومؒ) تھے ۔ ان کی شادی شیخ شہاب الدین جگ جوت سہروردیؒ کی بڑی صاحب زادی رضیہ بی بی سے ہوئی۔جن سے حضرت احمد یحیٰ منیری سمیت چار بیٹے پیدا ہوئے۔آپ کے تین بھائی شیخ جلیل الدین، شیخ خلیل الدین، اور شیخ حبیب الدین تھے۔آپ کی پیدائش ۲۶ -اوربروایت ۲۹ -شعبان المعظم ۶۶۱ھ/۱۲۶۳ء میں قصبہ منیر میں ہوئی۔آپؒ کا نام احمد، شرف الحق والملۃ والدین لقب،جبکہ سید المتکلمین، سلطان المحققین، برہان العاشقین، قدوۃ العارفین، حجۃ اللہ فی الارض، شیخ الاسلام والمسلمین ، ولی البہار،مخدوم الملک ، مخدوم جہاں،قطب زماں ،مرشد الملک،شرف الحق اور شرف الملت وغیرہ خطابات ہیں۔[1] اپنے قصبے منیر کی نسبت سے منیری کہلائے۔آپؒ کا خاندان ہاشمی قریشی ہے کہ والد کی جانب سے آپؒ کا سلسلہ نسب پدری زبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم سے ملتا ہے اور نسب مادری سیدنا امام حسین ؓ سے۔

تحصیل علوم:

گھرپر ابتدائی مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپؒ کومکتب داخل کروایا گیا۔اس زمانہ میں بہت سے ممالک اسلامیہ میں یہ دستور عام تھا کہ درسی کتابوں کے متون اور لغت کی مختصر کتب لفظ بلفظ یاد کروائی جاتی تھیں۔ تاکہ الفاظ کا ذخیرہ بچپن سے ہی محفوظ ہو جائے۔آپؒ نے اس طرزِ تعلیم پر اپنی بعض تحریروں میں تنقید کی ہے اور

(۱) صبیح الحق،شاہ،(۱۹۴۱ء)،ذکر الشرف،نظامی پریس،بدایوں۔ص ۴۔

قوتِ حافظہ اور وقت کے غلط استعمال پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ بجائے قرآن مجید کے ایسی کتابیں رٹائی جاتی ہیں جو دین کے لیے زیادہ مفید نہیں۔ مثلاً معدن معانی کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں :

”در ایام خوردگی چندیں کتابہا مارا یاد گردانیدند چنانکہ مصادر ومفتاح الغات ومقدار یک جلد یاد کرانیدند و ہر بار یاد تمام می شنیدند بائیست بجائے قرآن یاد می کرانیدند“(۲)

(بچپن میں استادوں نے بہت سی کتابیں یاد کروائیں، مثلاً مصادر، مصباح الغات وغیرہ مفتاح الغات بیس جزو کی کتاب ہوگی، ایک جلد کی مقدار کے برابر یاد کروائی۔ ہر مرتبہ زبانی سنتے تھے، اس کی بجائے قرآن مجید یاد کروانا چاہیے تھا)

آبائی علاقے میں تحصیل علم کے مواقع سے استفادہ کرلیا تو آپؒ کو حضرت علامہ اشرف الدّین ابوتوامہؒ (م ۷۰۰ھ) جیسے استادِ کامل سے حصول علم کا موقع ملا۔ یوں کہ بلبن (۶۶۴ھ-۶۸۶ھ) کی ایما پر علامہ ابو توامہؒ دہلی سے سنار گاؤں تشریف لے گئے۔ اسی سفر میں بہار سے گزرتے ہوئے چند روز منیر میں قیام کیا۔ مخدومِ جہاں کی ملاقات ہوئی تو آپؒ شیخ ابو توامہؒ کے تبحرِ علمی اور صلاح و تقویٰ سے بہت متاثر ہوئے۔ ان سے تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ہوئی۔ والدین کی اجازت سے ان کے ساتھ ہی وطن چھوڑ کر سنار گاؤں آگئے اور ان سے تمام علوم دینیہ کا حصول کیا۔ اس دوران آپ کو اپنے اسباق اوردروس کے مطالعہ میں ایسا انہاک ہوتا تھا کہ ان کو چھوڑ کر دوسرے طلبہ کے ساتھ دسترخوان پر جانا ایک مشکل امر ہوتا تھا۔ مشفق استاد نے آپ کے اس انہاک اوردلچسپی کو دیکھ کر آپ کے لیے کھانا آپؒ کی خلوت گاہ تک پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ آپؒ نے وہاں انیتس سال کی عمر میں کلام پاک، تفسیر، حدیث، فقہ اور علم کلام کے علاوہ عقلی علوم مثلاً منطق، فلسفہ اور ریاضی کی تکمیل کی۔ ان کے علاوہ کئی کتب تصوف بھی مطالعہ میں رہیں۔ خود اس بات کا ذکر مکتوبات دوصدی کیا ہے۔ حضرت ابو توامہ نے چاہا کہ آپؒ کو دوسرے علوم بھی سکھائے جائیں، مگر آپؒ نے عرض کی کہ: ”مرا ہمین علوم دین بسندہ است“(۳) (میرے لیے صرف علمِ دین کافی ہے) اور استاد سے کیمیا و سیمیا وغیرہ علوم نہیں سیکھے۔

(۲) فردوسی، زین بدر، (س۔ن)، عربی۔ معدن المعانی۔ ملفوظات: حضرت احمد یحییٰ منیری، مطبع شرف الاخبار۔ ص ۴۳۔

(۳) فردوسی، شاہ شعیب، مناقب الاصفیاء، ص ۱۳۱-۱۳۲۔

ازدواجی زندگی:

حصول علم استاد صاحب نے ان کو رشتہ دامادی میں لینا چاہا۔ جسے استاد محترم کی دل جوئی کی خاطر منظور کر لیا۔نکاح کے بعد بھی آپؒ وہاں ہی قیام پزیر رہے۔ صاحب اولاد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد بی بی صاحبہ وفات پا گئیں۔ پھر والد گرامی کی وفات کی اطلاع ملنے پر وطن واپس آ گئے۔

وطن واپسی:

والد کی وفات [۴] کی اطلاع ملی تو ۶۹۰ھ میں وطن واپسی ہوئی۔والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔کچھ عرصہ وہاں رہائش پذیر رہے ۔ مگر طلب حق نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔اس کے لیے مرشد کی تلاش میں گھر چھوڑ دیا۔

تلاشِ مرشد اور سلسلۂ فردوسیہ میں بیعت

وطن واپسی کچھ عرصہ بعد تصفیہ نفس اور تجلیہ روح کے لیے گھر سے نکلنا چاہا کہ گوہرِ مقصود حاصل ہو [۵]۔والدہ سے اجازت لیتے ہوئے عرض کی کہ میرے بیٹے کو میری جگہ سمجھیں اور مجھے اللہ کی راہ میں آزاد فرما دیں۔ ۶۹۱ھ /۱۲۹۱ء میں دہلی آئے۔ مشائخ وقت کے ہاں حاضری دی مگر کسی سے بیعت نہ ہوئے۔پانی پت میں شیخ بو علی قلندر پانی پتیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے مگر وہاں بھی اپنا مقصد نہیں پایا ان کے بارے میں یہ فرما کر واپس آ گئے کہ:

”شیخ است اما مغلوب حال است به تربیت دیگرے نمی پردازد“[۶]

(یعنی شیخ ہیں لیکن مغلوب الحال، دوسروں کی تربیت نہیں کر سکتے۔)

(۴) حضرت مخدومؒ کے والد حضرت یحییٰؒ کا وصال ۱۱/ شعبان المعظم ۶۹۰ھ کو ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر میں ہوا تھا۔ مقدمہ مکتوبات صدی، ص۱۸

(۵) فردوسی، شاہ شعیب، مناقب الاصفیا، ص۱۳۲۔

(۶) فردوسی، شاہ شعیب، مناقب الاصفیاء۔ ص۱۳۲۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرتؒ اور آپ کی کچھ علمی گفتگو بھی ہوئی اور آپ اس سے بہت مطمئن ہوئے اور حضرت خواجہؒ سے بیعت کے لیے عرض کی۔ حضرت خواجہؒ نے اعزازواکرام فرمایا مگر بیعت نہیں کیا اور فرمایا:

"سیمرغیست نصیب دامِ ما نیست"(۷)

(یعنی ایک شاہین بلند پرواز ہے لیکن ہمارے جال کے لیے نہیں ہے)

فرمایا کہ تمھاری ارادت اور تعلیم سلوک برادرم نجیب الدین سے متعلق ہے۔تم ان ہی کے پاس جاؤ وہ تمہارے منتظر ہیں۔ جب مخدوم الملک جانے لگے تو ایک طشتری میں پان عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ فقیروں کے یہاں سے خالی نہ جاؤتم کو اس خاندان (سلسلہ)سے صفائی اور سماع مبارک ہو(۸)۔ حضرت سلطان المشائخ کے فرمانے پر بڑے بھائی جلیل الدین ہمراہ خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ(متوفیٰ۶۹۱ھ) کی خدمت میں حاضری دی ۔خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے دیکھ کر فرمایا :

"درویش آؤ! برسوں سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں تاکہ تمھاری امانت تمھارے سپرد کروں"(۹)

مناقب الاصفیاؒ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے بارہ سال قبل ہی آپؒ کے لیے اجازت نامہ لکھوا کر رکھا ہوا تھا۔

تربیت دربارِ رسالت مآب ﷺ کا مژدہ

شیخؒ نے آپؒ سے بیعت لی۔ساتھ ہی اجازت نامہ، خرقہ، شجرہ اور کچھ نصائح اور وصایا لکھ ساتھ دیں اور رخصت کر دیا۔پھر فرمایا کہ راستہ میں اگر کوئی بری بھلی بات سنو تو واپس نہ آنا۔ آپؒ نے اپنی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ دن قیام کرنے کی اجازت چاہی اور عرض کی کہ حضور! ابھی میں نے آپؒ کی کوئی خدمت نہیں کی،سلوک و طریقت کی کوئی روش معلوم نہیں کی،اس پر فقیر کو جو ذمہ داری دی جا رہی ہے اس کی ادائیگی کس طرح ممکن ہو گی؟ اس پر خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے فرمایا:

---

(۷)فردوسی،شاہ شعیب،مناقب الاصفیاء۔ص ۱۳۲۔

(۸)عبدالرحمٰن،صباح الدین،(س۔ن)،تذکرہ اولیائے کرام،دارالمصنفین شبلی اکیڈیمی،اعظم گڑھ،انڈیا۔ص ۲۶۰۔

(۹)عبدالرحمٰن،صباح الدین،تذکرہ اولیائے کرام،ص ۲۶۰۔

”من این اجازت نامه بفرمان حضرت رسالت محمد ﷺ نوشته ام نبوت ترا تربیت خواهد کرد“(۱۰)

”میں نے یہ اجازت نامہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھا ہے ، تمھاری تعلیم و تربیت توبار گاہ رسالت ﷺ سے مقدر رہے)“

وطن واپسی پر راستے میں ہی شیخ کے وصال کی خبر سن لی مگر ان کی وصیت کا احترام کرتے ہوئے واپس نہیں لوٹے اور منیر کی طرف سفر جاری رکھا۔

خلوت گزینی

شیخ سے ملاقات کے بعد آپؒ کے دل میں عشق الٰہی کی لو پیدا ہوئی جو دن بدن بڑھتی ہی گئی۔اسے آپؒ نے مختصراً بلیغ انداز میں یوں بیان فرمایا:

”من چون بخواجه نجیب الدین فردوسی پیوستم حُزنی در دلِ من نهاده شد که هرروز آن حُزن زیاده میشد“(۱۱)

(میں جب سے خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ سے ملا ہوں ،میرے دل میں غم واندوہ کی ایک ایسی کیفیت پیدا ہوگئی ہے کہ جس میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے)

جب بہیا کے جنگل (۱۲) کے قریب پہنچے تو مور کی آواز سنی ،ضبط نہ ہو سکا گریبان چاک کیا اور جنگل کی طرف گئے اور روپوش ہو گئے۔ منقول ہے کہ بارہ برس بہیا کے جنگل میں رہے۔پھر آپؒ کو راج گیر کے جنگل میں دیکھا گیا۔ یوں آپؒ نے تقریباً چالیس سال جنگلوں اور پہاڑوں میں بسر کیے۔(۱۳) ریاضت کے اس زمانہ میں کھانے پینے سے پرہیز کرتے جب کبھی بھوک کا غلبہ ہوتا تو درختوں کے پتے چبا کر بھوک کی شدت کو کم کرتے۔ شیخ مظفر بلخی نے ایک مرتبہ آپؒ سے دریافت فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ چالیس سال تک آپؒ نے کچھ

---

(۱۰)فردوسی،شاہ شعیب،مناقب الاصفیاً،ص۱۳۲- ۱۳۳۔

(۱۱)فردوسی،شاہ شعیب،مناقب الاصفیاً،ص۱۳۳۔

(۱۲)بہیا کا جنگل منیر سے تقریباً بیس میل دور مغرب کی جانب ضلع شاہ آباد میں ہے۔

(۱۳)منیری،احمد،شرف الدین،مکتوباتِ صدی،مقدمہ:محمد نعیم ندوی،ص۱۷۔

نہیں کھایا؟ فرمایا کہ ایسا نہ کہیں کہ کچھ بھی نہیں کھایا،ہاں ! ان چالیس سال میں غلہ کی قسم سے کوئی چیز نہیں کھائی۔ اس مدت میں میں نے کبھی گھاس، پتی اور کبھی کسی درخت کا پھل کھایا ہے۔(۱۴)

اس زمانہ میں کئی ہندو جوگیوں سے آپؒ کے روحانی معرکے بھی ہوئے جنہوں نے مغلوب ہو کر آپؒ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ (۱۵) اس دوران بعض طالبانِ حق آکر جنگل میں مستفید ہونے لگے تھے۔

بہار میں اقامت اور سلطان محمد تغلق کا خانقاہ تعمیر کروانا

آپؒ نے اذنِ الٰہی سے آبادی کا رخ فرمایا۔ آغاز میں نمازِ جمعہ کے لیے بہار کی جامع مسجد میں تشریف لانے لگے۔ اس دوران مشتاقان کا ذوق و شوق بھی بڑھا اور تعداد بھی۔ رفتہ رفتہ لوگوں کے اصرار پر سے اسی قصبہ میں رہائش اختیار فرمائی۔سلطان محمد تغلق کو جب آپ کی بزرگی اور درویشی کے بارے میں علم ہوا تو اس نے بہار کے گورنر مجد الملک کو فرمان جاری کیا کہ وہ آپؒ کے لیے ایک خانقاہ تعمیر کروائے۔ساتھ ہی اخراجات کے لیے پرگنہ راجگیر ان کے حوالے کردے۔ اگر وہ قبول نہ کریں تو زبردستی دے کر آئے۔ آپؒ نے جبر کراہت سے یہ جاگیر قبول کی۔مگر اسے اپنے لیے ایک بوجھ سمجھتے رہے ۔

دنیا سے بے رغبتی کی اعلیٰ مثال

سلطان محمد تغلق کی وفات کے جب فیروز شاہ تغلق تخت نشین ہوا تو آپؒ اس سے ملنے بنفسِ نفیس دہلی تشریف لے گئے۔جب یہ اطلاع دہلی پہنچی یہ حضرت مخدوم جہاں بادشاہ سے ملنے آرہے ہیں تو درباریوں کو خیال ہوا کہ وہ اپنی جاگیر میں اضافے کے خیال سے آ رہے ہیں۔ فیروز شاہ کو جب اس کی خبر دی گئی تو اس نے کہا کہ اگر مخدومِ جہاں تمام اقطاع بہار بھی چاہیں تو میں ان کو پیش کر دوں گا ۔مگر جب ملاقات ہوئی تو مخدوم جہاں نے فرمایا کہ ایک عرض لے کر آیا ہوں اگر قبولیت کا وعدہ ہو تو بیان کروں۔ سلطان کے اقرار پر آستین سے جاگیر کی سند نکال کر سلطان کے ہاتھ میں تھمائی اور فرمایا کہ خدارا اسے واپس لے لیجیے یہ میرے کسی کام کی نہیں۔ یہ سن کر تمام درباری اور بادشاہ ششدر رہ گئے۔ سلطان نے پھر بھی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے بڑے اصرار سے ایک بڑی رقم پیش کی۔آپؒ نے سلطان کے اصرار پر قبول تو فرما لی مگر دربار سے باہر نکلتے ہی سب فقراؑ اور مساکین میں تقسیم فرما دیا اور اپنی درویشانہ استغناؑ کے ساتھ وطن مراجعت فرمائی۔ درس و تدریس اور رشد و

---

(۱۴)فردوسی، شیخ احمد لنگر دریا، (۲۰۱۰ء)، مونس القلوب، مترجم:ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی، بہار (نالندہ)، مکتبۂ الشرف. ص۸۷۔

(۱۵)عبد الرحمٰن، صباح الدین، تذکرہ اولیائے کرام، ص۳۷۸۔

ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ پھر تقریباً نصف صدی سے زائد سال اپنی خانقاہ میں رونق افروز رہے اور اپنے سر چشمہ فیض سے عوام و خواص کو سیراب فرماتے رہے۔

پسندیدہ عادات واطوار

آپؒ سادہ مزاج اور اطوار کے حامل تھے۔ اخلاق خلق محمدی ﷺ کا نمونہ تھا۔ جو شخص ملتا اس سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ اگر وہ کوئی حاجت پیش کرتا اسے پوری فرماتے۔ اس بارے میں آپؒ کو بہت خیال رہتا۔ دوسروں کو بھی خلق کی حاجت روائی کی تاکید و تلقین فرماتے۔ رسوم کی بیجا پابندی کے قائل نہ تھے۔ فرماتے کہ جو مشائخوں کا خرقہ پہنے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ رسوم کے بت توڑ ڈالے اور زنار عادت کو کاٹ دے۔ کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی، کوئی دعوت کرتا تو روزہ سے بھی ہوتے تو اسے توڑ ڈالتے اور دعوت قبول کرتے اور فرماتے کہ روزہ کی قضا ہے مگر شکستگیٔ دل کی قضا کوئی نہیں ۔ عجز و فروتنی غایت درجہ تھی اور اپنی حالت کے استتار کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ اظہار ِکرامت سے نفرت تھی۔ فرماتے کہ عارف کے لیے کرامت بت ہے۔ اگر کرامت سے دل کو سکون ہو تو حجاب میں آ جائے گا ۔ اگر کرامات سے منہ پھیر لے اور خود کو علیحدہ کر لے تو قربت حاصل ہو اور حجابات رفع ہو جائیں۔ آپؒ اعلیٰ درجہ کے پابندِ شرع تھے۔ حتیٰ کہ وفات کے دن بڑی نقاہت اور ضعف کی حالت میں وضو فرمایا اور منہ دھونے میں سہو ہو گیا۔ جب اسکا ذکر کیا گیا تو یہ نہیں فرمایا کہ صرف منہ دھو لیں لیں بلکہ دوبارہ سے تمام آداب کے ساتھ وضو فرمایا۔ اعزہ و اقربا سے فیاضانہ برتاؤ فرماتے اور صلہ رحمی کا بہت دھیان رکھتے۔ معاصرین بزرگوں سے بھی مکتوبات اور تحائف کے ساتھ رابطے میں رہتے۔ مریدین کے ساتھ سلوک بہترین تھا۔ غرض جو جس کا منصب تھا ویسے ہی اس کا خیال فرماتے تھے۔[(۱۶)]

اولاد:

''ذکر شرف'' میں مولانا شاہ صبیح الحق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ کی اولاد میں تین صاحبزادے تھے ۔ جن میں سے دو صاحبزادے صغر سنی میں وفات پاگئے تھے۔ صرف مخدوم ذکی الدین آپؒ کے ہمراہ منیر آئے تھے۔[(۱۷)] ابو الحسن ندوی دعوت و عزیمت میں ''سیرۃ الشرف'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شاہ ذکی

---

(۱۶) صبیح الحق،شاہ،ذکر الشرف،ص۱۰-۱۳۔

(۱۷) صبیح الحق،ذکر الشرف،ص۶۔

الدین آپؒ کی حیات میں ہی ایک بیٹی 'بارکہ' چھوڑ کر وفات پا گئے تھے۔بارکہ کا بیاہ سید وحیدالدین رضوی، خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسیؒ سے ہوا تھا۔حضرت مخدوم جہاںؒ کی نسل اس پوتی سے ہی آگے بڑھی۔(۱۸) بی بی فاطمہ اور بی بی زہرہ دو صاحبزادیاں تھیں۔ بی بی فاطمہ کی شادی حضرت مخدوم کے بھتیجے شاہ خلیل الدین فردوسی کے بیٹے شاہ اشرف منیری سے ہوئی تھی۔ان سے صاحبان منیر کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ جبکہ بی بی زہرہ کی شادی حضرت شاہ قمر الدین بن مولانا میر شمس الدین مازندرانی سے ہوئی تھی۔ دونوں صاحبزادیوں کے مزارات بڑی درگاہ منیر شریف میں ہیں۔(۱۹)

وصال وتدفین

سلطان تغلق(۷۵۲ھ-۷۹۰ھ)کے عہد میں منیر میں ہی جمعرات۶/شوال ۷۸۲ھ / ۱۳۸۱ء کو ایک سو اکیس سال (بمطابق ایک سو اٹھارہ عیسوی سال)کی عمر میں وفات پائی۔بوقتِ وصال آپؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کی نماز ایسا شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو ،تارکِ سلطنت ہواور حافظِ قرأتِ سبعہ ہو۔چنانچہ جنازہ تیار کر کے راستہ پر رکھا ہوا تھا اور لوگ ایسے شخص کے منتظر تھے۔ یکایک حضرت مولانا سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ(۲۰) تشریف لائے ۔ وہؒ دہلی سے سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ شیخ علاء الدین پنڈویؒ کی خدمت میں بنگالہ جا رہے تھے۔شیخ سمنانیؒ میں یہ تینوں شرائط موجود تھیں۔ چنانچہ آپؒ نے حضرت مخدوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا۔(۲۱) صاحبِ سیرۃ الشرف کے مطابق حضرت مخدومؒ کی قبر مبارک کچی ہے اور اس پر کوئی گنبد نہیں ہے۔عہد سوری میں آپؒ کے مزار کے گرد کئی مکانات، مسجد اور فوارہ کی تعمیر کی گئی مگر حضرت مخدومؒ کی اتباع شریعت کے پاس میں مزار مبارک کو اس کی اصل حالت پر ہی رہنے دیا گیا۔(۲۲)

---

(۱۸)ندوی،ابوالحسن علی،(۲۰۱۰ء)،تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات نشریات اسلام، لکھنؤ،انڈیا۔ ۳/۲۳۷۔

(۱۹)محب الرسول، محمد، شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری،(دینی خدمات اور انکے اثرات ونتائج)، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل،ص۱۱۔

(۲۰)حضرت سید جہانگیر اشرف سمنانیؒ کے تفصیلی حالات آگے ان کے مکتوبات کے ذکر میں آرہے ہیں۔

(۲۱)منیری، احمد یحیٰ،(۱۳۹۶ھ)،مکتوبات صدی، مترجم:سید نجم الدین احمد فردوسی وسید الیاس، سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی. ص۲۰۔

(۲۲)ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت،۳/۲۳۷۔

خلفاؑ و مریدین

آپؒ کے مریدین کی تعداد تقریباً ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے ۔ مناقب الاصفیاؑ کے مؤلف شیخ حسین معز بلخی کا قول نقل کرتے ہیں کہ شیخ جہاں کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی جن میں سے چالیس واصل بحق تھے۔ بعض کے نزدیک تین سو مریدین واصل بحق تھے۔(۲۳) بعض جگہوں پر آپؒ کے تین سو تیرہ خلفاؑ کا ذکر آتا ہے۔ آپؒ کے سب سے چہیتے مرید و خلیفہ مولانا مظفر بلخیؒ تھے۔ ان کے علاوہ شیخ حسین نوشہ توحید بلخیؒ، مولانا رکن الدینؒ، شیخ زین الدین عربیؒ اور مولانا نصیر الدین جونپوری صاحبان علم و فضل اور آپؒ کے اہم خلفاءؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ سیرۃ الشرف کے حوالے سے ابوالحسن علی ندوی نے آپؒ کے لگ بھگ پچاس مریدین کی فہرست دی ہے۔(۲۴)

علمی آثار

آپؒ کی تصانیف کثرت سے ہیں ۔ مگر آپؒ کے مکتوبات زیادہ مشہور ہیں ۔ آپؒ کی تصانیف کے مطالعہ سے آپؒ کے تبحر علمی اور وسعت نظر کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ علومِ ظاہری کی شائد ہی کوئی شاخ ایسی ہو جس سے آپؒ کا کوئی تعلق نہ ہو اور صنف میں کچھ لکھا نہ ہو۔ علمائے سلف کی صفِ اول میں آپ کو جگہ دی گئی ہے۔ آپؒ شاعر بھی تھے اور مشرفؔ تخلص کرتے تھے۔(۲۵) کسی دیوان کا علم نہیں مگر فالنامے اور دوہے موجود ہیں۔ اکثر مکتوبات میں بلا تکلف وجا بجا اشعار کی موجودگی آپؒ کے عمدہ شعری ذوق کی عکاس ہے ۔ آپؒ کے اہل خاندان تو آپؒ کی تقریباً سترہ سو تصانیف کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اب تک صرف درج ذیل کتب کا علم ہو سکا ہے۔

کتب و رسائل:

۱-شرح آداب المریدین ،۲-ارشادالطالبین،۳ -ارشادالسالکین،۴-رسالہ مکیہ وذکرِ فردوسیہ ،۵-فوائد المریدین، ٦-رسالہؑ اشارات، ۷-اوراد کلاں، ۸-اورادِ اوسط،۹- اورادِ خورد،۱۰-رسالہ درطلب طالباں،۱۱-

---

(۲۳)فردوسی، شاہ شعیب، مناقب الاصفیاء، ص۱۳۹۔

(۲۴)ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت و عزیمت، ۳/ ۲۳۸-۲۳۹۔

(۲۵) ۱۸-۱۱-۲۸مہتاب جہاں / منیر کی چھوٹی بڑی درگاہوں کی تاریخی اہمیت / قومی اردو کونسل برائے اردو زبان ncpulblog.blogspot.com

زادسفر، ۱۲-لطائفِ اشرفی، ۱۳ -عقائد اشرفی ،۱۴-رسالہ در ہدائتِ حال، ۱۵- رسالہ وصول الی اللہ، ۱۶-مرآۃالمحققین، ۱۷-رسالہ اجوبہ ۔

ملفوظات:

مخدومِ جہاںؒ کے ملفوظات کے بہت سے مجموعے ترتیب دیئے گئے ہیں مثلاً:

۱-معدن المعانی،۲- خوانِ پر نعمت۳ -راحت القلوب،۴-مخ المعانی،۵-مونس المریدین،۶-گنج لا یفنیٰ،۷-فوائدالغیبی ۸-معزالمعانی،۹- بحرالمعانی(کنزالمعانی؟) ۱۰-ملفوظ الصغر،۱۱-تحفہ غیبی۔

مکتوباتِ منیری اوران کااجمالی تعارف

حضرت مخدوم جہانؒ کو فارسی لکھنے میں غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔آپؒ کے مکتوبات کے کئی مجموعے ہیں۔ ان میں "مکتوبات صدی" "مکتوبات دو صدی "،"مکتوبات بست و ہشت " اور "مکتوبات سہ صدی "مشہور ہیں۔ مکتوبات کی زبان صاف،نکھری ہوئی اور تصنع اور تکلف سے پاک ہے۔خالق و مخلوق کا باہمی تعلق اور اخلاقِ انسانی سے متعلق مضامین پربکثرت تحریر فرمایا ہے۔مجموعی طور پر ساڑھے تین سو سے زائد ان مکتوبات کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپؒ کے مکتب الیہم کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپؒ نے اپنے مریدین اور علمائے کرام کے علاوہ کئی اربابِ حکومت کو بھی مکتوبات تحریر فرمائےاور انہیں رعایاسے نیک سلوک اورعدل و انصاف کرنے کی تلقین فرمائی۔

مکتوباتِ صدی:

یہ مکتوبات آپؒ کے ایک مرید خاص قاضی شمس الدین حاکمِ چوسہ کے نام ہیں۔وہ اپنی غیر معمولی مشغولیت اور فرائض منصبی کی انجام دہی کی وجہ سے آپؒ کی خدمت میں حاضری سے معذور تھے۔ان کے اصرار پر ان کی تعلیم، اصلاح اور راہنمائی کے لیے یہ خطوط ۷۴۷ھ میں لکھے گئے۔ مکتوبات صدی کے چوتھے مکتوب میں ان مکتوبات کے تحریر کرنے کے بارے حضرت مخدوم جہاںؒ لکھتے ہیں:

> "تمہیں معلوم ہو کہ مکرر سہ کررتمہاری درخواستیں متقاضی تھیں کہ کچھ لکھا جائے اور ہر سوال کے متعلق ارشاد و تنبیہ کی جائے ۔تقاضا اس حد تک تھا کہ تم شکستہ خاطر ہونے لگے تھے۔اس لیے چند مکتوب مسلسل لکھے جاتے ہیں۔انہیں کافی غور سے پڑھنا اور قاضی صدر الدین سے مطالب حل کروالینا۔

مجھے یقین ہے کہ ان کے وہاں ہوتے کوئی مشکل نہیں رہے گی، مگر اس کے ساتھ بقدرِ وسعت عمل بھی شرط ہے کیونکہ اصل کام عمل کرنا ہی ہے"(۲۶)

مکتوباتِ صدی کے نام سے ہی ظاہر ہے اس میں سو مکتوب شامل ہیں۔ ان میں تصوف کے تمام اہم مسائل زیرِ بحث لائے گئے ہیں اور مکتوب الیہ کی سمجھ کے مطابق انھیں دلائل و امثال سے محققانہ انداز میں سمجھایا ہے۔ ان مکتوبات میں آپؒ نے توبہؑ و ارادت، توحید و معرفت، مراتب و مقامات سالکین، احوال و معاملات مریدین ،عشق و محبت ، عبودیت و بندگی، تجرید و تفرید، کوشش و ملامت پیری اور مریدی کے نہایت اہم ،ضروری اور مفید مضامین کو احادیث مبارکہ اور بزرگانِ سلف کی حکایات و ہدایات کے ذریعے تحریر فرمایا ہے۔ ان مکتوبات کو آپؒ کے مرید خاص اور کاتب مولانا زین بدر عربیؒ نے قلم بند کیا تھا اور ایک نقل اپنے پاس رکھ لی تھی۔ جو آج ایک قیمتی ذخیرے کی شکل میں محفوظ ہے۔اس مجموعہ مکاتیب کا ایک نسخہ مطبع نول کشور سے اور ایک نسخہ مطبع علوی محمد علی بخش خان نقشبندی میں چھپا تھا۔ جس کا اردو ترجمہ کراچی سے سعید ایم ایچ کمپنی نے ۱۳۹۶ھ میں شائع کیا تھا۔

مکتوباتِ دوصدی:

مکتوباتِ صدی کے ۲۲ سال بعد مکتوباتِ دو صدی کی تکمیل ہوئی۔ یہ مکتوبات کسی ایک شخص کے نام نہیں ہیں بلکہ مختلف مریدوں، شاہانِ وقت، مختلف امرأ اور قضاۃ کے نام لکھے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض مباحث میں توارد و تکرار پیدا ہوگیا ہے۔آپؒ نے یہ مکتوبات تصوف ، اخلاق اور فلسفہ کے موضوعات پر ان لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے لکھے جو آپ کی مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکتے تھے(۲۷)۔ ان کے مکتوب الیہم میں والدہ ماجدہ، شیخ عمر، قاضی شمس الدین، قاضی زاہد، قاضی حسام الدین، مولانا کمال الدین سنتوشی، مولانا صدر الدین، مولانا ضیاء الدین، مولانا رفیع الدین،، مولانا تقی الدین، مولانا محمود سنگانی، شیخ محمد ظفر، شیخ قطب الدین، شیخ سلیمان، شیخ عمر دیوانہ، شیخ اسحٰق مغربی، رضی الملک محمود،امام تاج الدین،امام افتخار،خواجہ سلیمان،خواجہ احمد، خواجہ مہذب، مولانا نصیر الدین،مولانا بایزید، ملک الامرأ، ملک مفرح، ملک خضر، امین خان، ملک معز الدین، داور ملک(داماد سلطان)، سلطان ہند محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تغلق شامل ہیں۔ان کے علاوہ کئی مکاتیب مکتوب الیہ کے نام کے بغیر بھی مجموعہ میں شامل ہیں۔ اس مجموعہ مکاتیب کے جامع بھی مولانا زین بدر عربیؒ ہیں ۔ یہاں بھی نام سے ظاہر ہے کہ

---

(۲۶)منیری، شرف الدین، مکتوبات صدی، ص۶۹۔

(۲۷) محمد اکرام، (۱۹۸۷ء)، آبِ کوثر، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی، انڈیا۔ ص۴۳۹۔

اس مجموعہ میں دو سو مکتوبات شامل ہیں ۔اصل میں اس مجموعہ میں دو سو آٹھ مکاتیب ہیں ۔ یہ مجموعہ اور اس کا ترجمہ دونوں چھپ چکے ہیں ۔

مکتوبات سہ صدی:

آپؒ کے مکاتیب کا ایک نسخہ سہ صدی مکتوبات کے نام سے کتب خانہ ٔ اسلام پنجاب لاہور سے بھی شائع ہوا ہے ۔ اس مجموعہ میں مکتوباتِ صدی اور مکتوباتِ دوصدی کے علاوہ مکتوبات ہشت و بست بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

فوائدِ رکنی:

یہ مکتوبات اپنے مرید خاص حضرت رکن الدینؒ کے سفر حج کے لیے تحریر فرمائے۔انھوں نے مخدومِ جہاںؒ سے درخواست کی تھی کہ درویش کے لیے مکتوبات کے ذریعے چند فوائد تحریر فرمادیں تاکہ سفر و حضر میں مونسِ روزگار ثابت ہوں۔ آپؒ نے ان کے لیے چوالیس صفحات پر مشتمل مکاتیب کی صورت میں اٹھارہ فوائد تحریر فرمائے۔ اس میں عشقِ الٰہی، انسانی برتری،راہ طریقت میں محنت و ریاضت،دنیا سے قطع تعلقی،تواضع و انکسار، روحانی گرسنگی اور صوفیائے کرام کے رموزو اشارات پر نہایت خوبصورت،جامع اور اہم مباحث شامل ہیں۔

مکتوبات جوابی / مکتوبات بست وہشت:

دو سو سے زائد مکاتیب آپؒ نے اپنے عزیز ترین مرید مظفر بلخیؒ کو لکھے تھے۔جن میں زیادہ تر راہِ سلوک میں پیش آنے والی مشکلات کا حل اور اس راہ میں ترقی و کیفیات کا بیان تھا۔ان سے شیخ مظفر بلخیؒ کے علوئے استعدادا اور ان پر انعامات الٰہیہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔صد افسوس کہ مظفر بلخیؒ کی وصیت کے مطابق یہ مکاتیب ان کے ساتھ ہی دفن کر دیئے گئے ۔مگراس سے قبل اتفاقاً چند مکتوبات پر ان کے خدام کی نظر پڑی تو انہوں ان کو نقل کر لیا تھا۔ یہ کل اٹھائیس مکاتیب تھے جنہیں کتابی شکل دے کر شائع کیا گیا(۲۸) ۔ انہیں مکتوبات جوابی کا نام دیا گیا ہے اور تعداد کے لحاظ سے انہیں مکتوبات بست وہشت بھی کہا جاتا ہے ۔

---

(۲۸)شرف الدین منیری، مکتوباتِ صدی، ص ۳۰۔

مکتوبات کی دعوتی و علمی حیثیت اور اہمیت

یہ مکاتیب حضرت مخدومؒ کی زندہ یادگار اور آپؒ کے علوم و کمالات کے بہترین عکاس ہیں۔یہ نہ صرف اس زمانہ کی تصانیف میں ، بلکہ معرفت و حقائق کے پورے اسلامی ذخیرے میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ علم کی گہرائی ،ذاتی تجربات، مجتہدانہ نظر،کتاب و سنت کے صحیح فہم،شریعت کی حمایت اور وجد انگیز نکات کے اعتبار سے پورے اسلامی کتب خانہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ علوم و معارف کے علاوہ یہ مکتوبات زورِ قلم، قوت بیانی اور حسنِ انشأ کا بھی بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے اکثر حصے فارسی ادب و انشأ کے نہایت اعلیٰ اور کامیاب مظاہر ہیں اور اس قابل ہیں کہ انہیں دنیا کے بہترین ادبی نمونوں میں شامل کیا جائے۔خواجہ مخدومِ جہاںؒ کے تبحرِ علمی کا اعتراف صوفیائے عظام اور علمائے کرام دونوں طبقات کو ہے۔ دونوں کو اس امر کا اعتراف ہے کہ آپ کا قلم سرِ مو بھی شریعت سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ اپنے مکتوبات میں جو کچھ آپؒ نے رقم فرمایا اس سے شریعت و طریقت کی حقیقت وغایت اور بزرگان دین کی تعلیمات اور ان کی وضاحت بڑے احسن طریقے سے سامنے آتی ہے۔

حضرت مخدوم جہاںؒ نے یہ مکتوبات تدریجاً مختلف اوقات اور موقع بموقع ضرورت کے مطابق مکتوب الیہ اور سائل کی فہم اور استعداد کے مطابق رقم فرمائے ۔ جو اپنے فرائض منصبی، اہل و عیال کی پرورش، اور اسباب و وسائل آمدورفت کی کمی کی بنا صحبت کی نعمت سے محروم تھے۔ان میں بعض کی التجا پر کہ حضرت مخدومؒ جہاں اپنے علوم و فضل سے ایسی تحریر بھیجیں جو مونسِ وقت ہو، جس کے مطالعہ سے رشد و ہدایت حاصل ہو اور راہ کی دشواریاں حل ہوجائیں۔آپؒ نے کمال و مہربانی سے انہیں اور(ان کے علاوہ بغیر درخواست کے بھی) حق خدمت رکھنے والے متعلقین کو آیات و احادیث، حکایات و معرفت بھرے کلمات ارقام فرمائے اور ہر طرف جانے والوں کے ساتھ ان مکتوبات کے بھیجنے کا انتظام فرمایا۔ تاکہ وہ ان مکتوبات سے سیدھی راہ ، اس پر چلنے کی قوت و استحکام پائیں اور شدتِ ابتلأ یاکسی بھی افتاد میں شرع کی حدود سے باہر نہ نکلنے پائیں۔ ان مکتوبات میں آپؒ نے انہیں شریعت کے احکامات سے ہی آگاہ نہیں فرمایا، طریقت کی راہوں سے بھی آشنا کیا ہے۔ آپؒ نے راہ کی مشکلات سے روشناس کرواتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے، سب کو عمل و کوشش کی طرف ایسے احسن طریقے سے راغب فرمایا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ پھر حکمران طبقہ کو اس کی فرائضی ذمہ داریوں کے لحاظ سے یا ان کی قلبی راہنمائی کی مناسبت سے بھی مکتوبات لکھے ۔ ان میں انہیں متعلقہ احادیث مبارکہ تحریر فرماکر حضور اکرم ﷺ کے احکام و فرمودات سے روشناس کروایا اور حکمرانی میں رعایا اور زیر دستوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ اور بزرگوں کی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔

مکتوبات منیریؒ کے بارے میں بزرگان دین اور علمائے کرام کی آراء:

بزرگان دین اور علمائے کرام نے ان مکتوبات کی بہت تعریف کی ہے۔ ان میں سے چند بزرگوں کا اظہار خیال شامل مقالہ ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے جب ان مکتوبات کا مطالعہ کیا تو ایک دن حالتِ استغراق میں فرمایا:

"سبحان اللہ! شیخ شرف الدین أحمد یحی منیری کفر صد سالہ ما بر کفد ست"(۲۹)

"سبحان اللہ! شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ نے ہمارے سو سالہ کفر کو ہتھیلی پر رکھ کر دکھا دیا ہے)"

مناقب الاصفیاء کے مؤلف لکھتے ہیں کہ حضرت سید جلال الدین بخاریؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آخری عمر میں آپؒ کی کیا مشغولیت ہے؟ فرمایا! شیخ شرف الدین منیریؒ کے مکتوبات کے مطالعہ میں مشغول ہوں۔ پھر ان مکتوبات کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ یہ مکتوبات کیسے ہیں؟ تو فرمایا:

"بعضے محل ہنوز فہم نشدہ است"(۳۰) (کہ کچھ مقامات ابھی بھی میری سمجھ میں نہیں آئے)

آپ کے مکتوبات کے بارے میں شیخ عبدالحق اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں :

"او را تصانیف عالی است، از جملہ تصانیف او مکتوبات مشہور و لطیف ترین تصانیف اوست، بسیاری از آدابِ طریقت و اسرارِ حقیقت در آنجا اندارج یافتہ، و ملفوظات او را نزدیکی از معتقدان او جمع کردہ اما لطافت مکتوبات او بیشتر ست"(۳۱)

(آپ کی تصنیفات بھی کثرت سے ہیں جن میں مکتوبات زیادہ مشہور ہیں۔ اس لحاظ سے بھی یہ بے نظیر و بہترین ہیں کہ ان میں آداب طریقت اور رموزِ حقیقت بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے ملفوظات ان کے ماننے والے نے جمع کئے ہیں۔ مگر ان کے ملفوظات کی نسبت ان کے مکتوبات میں لطافت و شیرینی کا پہلو زیادہ نمایاں ہے)

سیرۃ الشرف کے مؤلف سید ضمیر الدین احمد لکھتے ہیں:

---

(۲۹) فردوسی، شاہ شعیب، مناقب الاصفیاء، ص ۱۴۰۔

(۳۰) ایضاً

(۳۱) دہلوی، عبدالحق محدث، (۲۰۱۵ء)، اخبار الاخیار مع مکتوبات، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور۔ ص ۱۱۷۔

"اگر ان مکتوبات کے مضمون کو خیال کرو اور انؒ کی غرض کو سوچو تو تم کو معلوم ہو جائے گا سب مکتوبات کا مضمون رشتۂ خداوندی اور بندگی ہے"(۳۲)

غرض سلاطین دہلی کے زمانہ میں لکھے گئے جن رسائل و مکتوبات نے سب سے زیادہ شہرت پائی اور کبار صوفیائے کرامؒ کے نزدیک تعلیم و تربیت نفس کے ایک دستور العمل کی حیثیت حاصل کر لی۔ وہ مکتوبات شرف الدین یحیٰ منیری تھے۔

شیخ احمد یحیٰ منیریؒ کی نظر میں اپنے مکتوبات کی اہمیت:

آپؒ نے زیادہ تر مکتوبات ملک شمس الدین کو ان کی دوری اور مصروفیت کی بنا پر تحریر فرمائے اوران کے ذریعے قاضی صاحب کی اصلاح و تربیت فرمائی۔ان مکتوبات میں آپؒ اپنے مکتوبات کی اہمیت بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں اور ان کے فوائد و ثمرات سے بہرہ مند ہونے کے قواعد کے متعلق یوں وضاحت فرماتے ہیں :

"اس فقیر کے مکتوبات اور ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں،انہیں آداب کے ساتھ مطالعہ کیجئے،اور ان پر اپنی وسعت اور قوت کے مطابق عمل کیجئے، اس قانون کے تحت کہ قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے، ملفوظات و مکتوبات کا وظیفہ یوں تصور کرو کہ گویا فقیر کی زبان سے سن رہے ہو"(۳۳)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"برادرِ عزیز جو کچھ میں تمھیں لکھتا رہا ہوں اسے حضوریٔ دل سے پڑھتے رہو عادتاً نہیں ۔اس لئے کہ یہ قصہ اور افسانہ نہیں ہے۔ (اگر) تنہائی میں مطالعہ کرو تو اور بہتر ہے۔"(۳۴)

مکتوبات دوصدی کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"القلم احد اللسانین (قلم دوزبانوں میں سے ایک زبان ہے) کی بنا پر اس دعا گو کے جو مکتوب آن عزیز کو پہنچتے ہیں یا پہنچیں گے وہ سب اس دعا گو کی زبان سے ہے اور جو بات میری زبان سے نکلی وہ میرے دل سے نکلی ہوئی ہے اور جب تم نے میری زبان کے حکم کو مانا تو میرے دل کے حکم کو قبول کیا(من یطیع اللسان فقد اطاع القلب و من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ) یعنی 'جس نے زبان کی اطاعت کی اس نے دل کی

---

(۳۲)احمد، ضمیر الدین، سیرۃ الشرف، ص۳۴۹۔

(۳۳)منیری، احمد یحیٰ شرف الدین، (۲۰۰۳ء)، مکتوبات دوصدی، مترجم: شاہ قسیم الدین، سیرت فاؤنڈیشن، لاہور. ص۱۷۔

(۳۴)ایضاً۔

اطاعت کی اور جس نے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' جب تم نے دیکھ لیا کہ یہ ایک ہی ہے تو اس میں غور و فکر (کیا) کرو"(۳۵)

اسی مکتوب کے آخر میں فرماتے ہیں:

" اسی طرح اپنا حال برابر لکھا کرو۔ انشاً اللہ تعالیٰ! یہی لکھنا ممکن ہے(مغفرت کا) بہانہ بن جائے، میرے اور تمہارے نصیب میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا رکھا ہی کیا ہے،شاید یہ لکھا ہوا کسی کے کام آئے اور وہ ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں قبول فرمالیں۔اسے بھی کم نہ سمجھو کہ ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے"(۳۶)

تعلیمات الشرفؒ:

آپؒ کی تعلیمات کا بڑا ذخیرہ آپؒ کے ملفوظات اور مکتوبات کی شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ایک اور اہم اور بنیادی ذریعہ تعلیم آپؒ کی علمی مجالس تھیں جن میں بہت سے اہم مسائل حل ہوتے تھے۔ان مجالس میں مریدین کے علاوہ بھی دیگر کئی لوگ مستفید ہوتے تھے۔آپ کے مکتوبات کا زیادہ حصہ آپؒ کی حیات مبارکہ میں ہی عام ہو چکا تھا۔ جن سے مریدین و غیر مرید دونوں نے فائدہ اٹھایا ۔ مریدوں کی مجاہدہ، اذکار و اشغال کے ذریعے آپؒ کس طرح تربیت فرماتے تھے؟ آج اس کا علم مشکل ہے ۔ہاں آپؒ کے ملفوظات میں ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے کچھ اندازہ ہو تا ہے کہ آپؒ نے کس طرح ان کی تعلیم وتربیت فرمائی ۔

آپؒ نے اپنے مکتوبات میں بڑے جوش و خروش اور وثوق و یقین کے ساتھ یہ تبلیغ فرمائی نبیٔ مکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جو کہ محبوب رب العالمین ہیں، ان صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اتباع و پیروی کے بغیر نہ تو نجات ممکن ہے،نہ حقیقت تک رسائی اور نہ ہی کمالات و سعادت اخروی کا حصول ہی ممکن ہے ۔ تمام بزرگ صوفیہ کی طرح آپؒ اس بات کے قائل ہیں اور اپنے مکتوبات و ملفوظات میں بار بار اس بات کی تاکید و وضاحت فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کی پیروی و پابندی لازمی امر ہے۔ اس کے بغیر راہ سلوک یا طریقت و حقیقت تک رسائی یا ممکن نہیں۔ آپؒ مثالیں دے کر یہ بات سمجھاتے ہیں کہ کاملین اولیائے کرام جو درجۂ کمال تک پہنچے ان کا شیوہ کیا تھا۔انہوں نے سنت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور شریعت مطہرہ کے ادب کو خود پر لازم کیا ۔ وہ بزرگ یہ تسلیم کرتے تھے کہ یہ درجات و

---

(۳۵)منیری، احمد یحیٰ شرف الدین، مکتوبات دوصدی،۱۱۶-۱۱۷۔

(۳۶)منیری، احمد یحیٰ شرف الدین، مکتوبات دوصدی،۱۴/ ۱۲۱۔

کمالات ادبِ شریعت و سنت مصطفیٰ ﷺ کے کامل اتباع کا ہی نتیجہ ہیں۔آپؒ کے مطابق سالکینِ راہ احوال و مقامات میں جس قدر ترقی کرتے ہیں۔ ان پر حضور اکرم ﷺ کی محبوبیت اور آپ ﷺ کی کامل اتباع کی اہمیت و ضرورت کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔یوں ان کے لیے یہ بات بدیہی بن جاتی ہے کہ وصول و قرب اور قبولیت آپ ﷺ کے اتباع کامل اور سنت و شریعت میں فنائیت کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کے علاوہ بھی آپؒ کے ملفوظات و مکتوبات سے نصائح و ہدایات کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔ جن سے آپؒ کی تعلیمات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دین و شریعت کے تمام اہم پہلوؤں کا نہایت مختصر،جامع اور خوبصورت طریقے سے تعارف اس طرح کرواتے ہیں:

”خدائی باتیں جو انبیاؑ تک پہنچیں اور آپ حضرات نے اسے قبول کیا ان کا نام وحی دعوت ہے۔جو سنتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں ان کو امت کہتے ہیں اور اوامر ونواہی واصول و فروعِ دعوت کو شریعت کہتے ہیں۔اس راہ میں چلنے کو اطاعت کہتے ہیں۔جملہ احکام پر گردن رکھنے کو اسلام کہتے ہیں۔اسلام پر ثابت قدم رہنے کو دین کہتے ہیں۔غالباً اب تمہیں سمجھ میں آگیا ہو گا کہ شریعت دین کی ایک راہ کا نام ہےجو پیغمبروں کے ذریعے قائم ہوتی ہے “(۳۷)

شریعت اور طریقت کے بارے میں یوں رقم فرماتے ہیں:

”شریعت میں توحید طہارت، نماز، روزہ، حج، جہاد، زکوۃ اور دوسرے احکام شرائع و معاملاتِ ضروریہ کا بیان ہے۔طریقت کہتی ہے کہ ان معاملات کی حقیقت دریافت کرو، ان مشروعات کی تہ تک پہنچو،اعمال کو قلبی صفائی سے آراستہ کرو ،اخلاق کو نفسانی کدورتوں سے پاک کرومثلاً ریاکاری، ہوائے نفسانی، ظلم وجفا ،شرک وکفر وغیرہ ہیں۔دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ ظاہری طہارت و تہذیب سے جس امر کو تعلق ہے وہ شریعت اور تزکیۂ باطن وتصفیۂ قلب سے جسے لگاؤ ہے وہ طریقت ہے۔مثلاً کپڑے دھوکر ایسے پاک بنا لینا کہ پہن کر نماز پڑھ سکیں۔ یہ فعلِ شریعت ہے اور دل کو کدورتِ بشری سے پاک رکھنا فعلِ طریقت،ہر نماز کے لیے وضو شریعت کا کام اور ہر وقت باوضو رہنا طریقت کا دستور العمل ہے،نماز میں قبلہ رو کھڑے ہونا شریعت اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا طریقت ہے۔حواسِ ظاہری سے جن

(۳۷)منیری،احمد شرف الدین،مکتوبات صدی،۱۹۵-۱۹۶۔

معاملاتِ دینی کا تعلق ہے اس کی رعایت ملحوظ رکھنا شریعت اور جن معاملاتِ دینی کا تعلق قلب وروح سے ہے ان کی رعایت کرنا طریقت ہے "(۳۸)

تحفہ غیبی میں ہے کہ آپؒ نے مبتدی شاغل کے متعلق فرمایا:

"کبھی روزہ رکھو کبھی نماز پڑھو، اگر نماز میں دل نہ لگے تو ذکر کریں اور اگر ذکر میں دل نہ لگے تو تفکر مراقبہ میں مشغول رہیں۔ اگر ایک چیز سے دل گھبرا جائے تو دوسری کو اختیار کریں کہ انسان ایک چیز کی پابندی سے گھبرا جاتا ہے۔پس کبھی روزہ، کبھی نماز، کبھی تلاوت، کبھی ذکر اور کبھی مراقبہ میں مشغول رہیں کہ مقصود مشغول رہنا ہے "(۳۹)

فوائد رکنی میں اپنے خاص مرید شیخ رکن الدینؒ کو اوراد کی پابندی اور مطالعہ کتب مشائخ کرام پر خاص طور پر یوں تاکید فرماتے ہیں:

"اے بھائی !چاہیئے کہ اپنے اوراد و وظائف کے پابند رہیں اور کسی طرح ان میں کمی اور نقصان نہ ہونے دیں اور مشائخ کرام کی کتب اور ان کے مکتوبات کے مطالعہ سے فارغ نہ رہیں"(۴۰)

آپؒ عشق اور محبت کو طریقت میں بنیاد بلکہ زندگی قرار دیتے ہیں۔ فوائد رکنی میں فائدہ اول میں ہی فرماتے ہیں:

"اے بھائی ! تمہیں معلوم ہو کہ جس طرح ظاہر میں نماز وروزہ فرض ہے اس طرح باطن کے لیے عشق و محبت فرض ہے اور عشق و محبت کا خمیر دردو غم ہے۔ عشق بندے کو خدا تک پہنچاتا ہے۔اسی لیے عشق کو راہ طریقت کے لیے فرض قرار دیا گیا ہے۔عشق زندگی ہے اور عشق نہیں تو موت ہے"(۴۱)

پیروی کیسے شخص کی کرنی چاہیئے اور کسے اپنا راہنما بنانا چاہیئے اس بارے میں فرماتے ہیں:

"اس شخص کے فرمان پر عمل کرنا چاہیے جو علم و عمل سے آراستہ ہو اور بزرگوں کی جماعت کا مسلک اچھی طرح جانتا ہو ۔اس طریقہ کے اصول و فروع کا استاد ہو ۔مشائخین کے کلمات ،ان کی عبارات اور ان کے

---

(۳۸)منیری، احمد، شرف الدین، مکتوبات دوصدی، ۲۵/ ۱۹۶۔

(۳۹) صبیح الحق، ذکر الشرف، ص۱۴۔

(۴۰)منیری احمد یحیٰ شرف الدین، (س۔ن)، فوائد رکنی، مترجم: ڈاکٹر محمد علی ارشد اشرفی، مکتبہ شرف بیت الشرف۔ فائدہ: ۱۴، ص۷۵۔

(۴۱)منیری، احمد یحیٰ، شرف الدین، فوائد رکنی، ص۱۱۔

اشارے اہل سنت و جماعت کے مطابق سمجھتا ہو۔ہر کام کے فوائد ، آفات، مفسدات اعمال و اخلاق، مبتدی ومتوسط اور منتہی کے احوال کو جانے ہوئے ہو"(۴۲)

فوائد رکنی میں ارادت یا مریدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اے بھائی! مرید وہی ہے جو خود کو اپنے پیر میں گم کر دے۔جانتے ہو ارادت کیا ہے؟(الإرادة ترك الإرادة) یعنی اپنے ارداہ ، خواہش اور اپنی مراد کو ترک کرنا ہی ارادت ہے۔اپنی خواہشات سے اس طرح نکل آئے جس طرح سانپ کینچلی سے باہر آ جاتا ہے۔خود کو پیر کے حوالے یوں کرے جیسے مردہ غسال کے حوالے ہوتا ہے۔اگر مرید کے دل میں ذرہ بھر بھی اعتراض کا پہلو باقی ہے یا چوں چرا کی گنجائش پیدا ہوتی ہے تو ایسا مرید خود پرست ہے پیر پرست نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ مرید کو پیر پرست ہونا چاہیئے تاکہ کہ وہ خدا پرست ہو جائے (جس نے رسول کی اطاعت کیا اس نے اللہ کی اطاعت کی) یہی تو ہے"(۴۳)

مخالفِ نفس کے بارے میں یوں آگاہ فرماتے ہیں:

"نفسِ کافر کی مخالفت تمام عبادتوں کی سردار ہے۔ پس بقدرِ امکان مرید کو نفس کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ اسے طرح طرح سے بھوکا، پیاسا رکھے، کہ نفسِ کافر کسی چیز سے ایسا نرم و مطیع نہیں ہوتا جتنا کہ بھوک پیاس سے۔ یہ عذاب اسے جہنم کے سات درجوں کے برابر ہے"(۴۴)

غرض آپؒ کا ہر قول اور ہر تحریر تعلیماتِ محمدی ﷺ کا ہی پرتو ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق یہاں آپؒ کے قیمتی ذخیرے سے چند موتی پیش کئے ہیں کہ یہ مختصر مقالہ اس سے زائد کی گنجائش نہیں رکھتا۔

مکتوبات احمد یحیٰ منیریؒ کے اختصاصات

رشتۂ خداوندی اور بندگی کا اظہار مکتوبات کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے مکتوبات کا ایک ہی بنیادی موضوع ہے اور وہ "رشتۂ خداوندی اور بندگی" ہے اور باقی سب مضامین اسی ایک نکتہ کی توضیح و تشریح ہیں۔یعنی بندے کا اپنے الہ و رب سے رشتہ کیا ہے؟بندگی ہے کیا ؟ انسان کی ذمہ داریاں اور

(۴۲) صبیح الحق، ذکر الشرف، ص۱۵

(۴۳) صبیح الحق، ذکر الشرف، فائدہ:۱۱، ص۵۷

(۴۴) صبیح الحق، ذکر الشرف، ص۱۵

فرائض کیا ہیں۔ بندے کا اپنے پروردگار سے کیا اور کیسا تعلق ہونا چاہیے؟ آپؒ نے یہ باتیں مختلف انداز اور پہلوؤں سے اپنے مکتوبات میں ظاہر فرمائی ہیں۔

فاصلاتی تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ

آپؒ کے عہد میں مکتوبات کو اہم موضوعات کے اظہار کو باقاعدہ ذریعہ نہیں بنایا جاتا تھا۔مکتوبات صرف خیر یت کی اطلاع اور حالات و حاجات کے بیان تک ہی محدود تھے۔ آپ ؒ نے انہیں ایک مستقل فن بنا دیا۔ ایسے مضامین جو مستقل طور پر ایک ایک کتاب میں سموئے جا سکتے ہیں انہیں چھوٹے چھوٹے مضامین میں لکھااور ساتویں و آٹھویں صدی ہجری میں فاصلاتی تعلیم کا عملی تصور پیش کیا۔

بزرگان دین کی کتب کا تعارف اور ان کی وضاحت

آپؒ نے ہی ہندوستان میں سب سے پہلے حضرات امام احمد غذالیؒ، امام محمد غزالیؒ، عین القضاۃ ہمدانیؒ، ابنِ عربیؒ خواجہ فرید الدین عطارؒ، شیخ فخر الدین عراقیؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ جیسے موحدین علماؒ اور صاحبان حقیقت کو متعارف کروایا ان کی تعلیمات کو عام کیااور ان کی تشریح و توضیح فرما کر ان تعلیمات کو ہندوستان میں کو صحیح مقام عطا فرمایا ۔مخدوم شعیب فردوسی اپنی تالیف ''مناقب الاصفیاؔ'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''در ہند کسی کلمات این بزرگان مطالعہ نکردی واگر مطالعہ کردی مقصود این بزرگان در نیافتی، در ملفوظ مشایخ ہند ذکر کلمات این بزرگان کمتر افتادہ است بلکہ بعضے از مشایخ ہند بر بعضے این بزرگان بر طریق طعنہ چیزی گفتہ اند''(۴۵)

> (ہندوستان میں ان بزرگوں کے کلمات کا مطالعہ کسی نے نہیں کیا تھا۔ اگر کسی نے کیا بھی تھا تو ان بزرگوں کے مقاصد تک رسائی نہیں ہوئی تھی۔یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے دیگر مشائخ کرامؒ کے ملفوظات میں ان بزرگوں کے کلمات کا حوالہ بہت کم ملتا ہےبلکہ ہندوستان کے بعض مشائخ نے ان بزرگوں پر طعنہ زنی بھی کی ہے)

فوائد رکنی کے چودھویں فائدے میں بزرگان دین کی تحاریر روزانہ پڑھنے کی تاکید فرماتے ہیں اور پھر ایک بزرگ کے حوالے سے اس کی اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں کی کتب اور ان کے کلمات

---

(۴۵) فردوسی، شاہ شعیب، (س۔ن)، مناقب الاصفیاء، مطبع نور الآفاق، کلکتہ، انڈیا۔ ص۱۲۷۔

روئے زمین پر خدائی لشکر ہیں۔انہیں پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والا مرد ہو گا توشیر مرد بن جائے گا۔اگر نامرد ہو گا تو مرد بن جائے گا۔کسی دوسرے بزرگ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اگر بزرگانِ دین دنیا میں نایاب ہو جائیں تو بزرگوں کی کتابوں کا ایک جزو روزانہ پڑھ لیا کریں۔کہ زندگی وہی ہے جو ان بزرگوں کے سایۂ دولت تلے گزاری جائے۔(۴۶)

مکتوب الیہم سے بے پناہ ذاتی لگاؤ

آپؒ نے کتوبات میں اپنے مکتوب الیہم کو جیسے القاب دیے ہیں ، اور جیسے ان کو مکتوبات کے اندر خطاب فرمایا ہے ان سے آپؒ کی طبیعت میں عاجزی و فروتنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مخاطب کو جیسے ان کے علم و مرتبہ کو مد نظر رکھ کر ان کا اکرام فرمایا ہے جیسے انہیں عزت و شرف سے نوازا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں ان کے لیے کس طرح کے جذبات موجزن ہیں۔ آپؒ نے انہیں برادراعز،عزیز الوجود، فرزنداعز، امام، مولانا، یارِ قدیم،صدر العلمأ و مولانا وغیرہ لکھے ہیں۔ یہ طرزِ تخاطب آپؒ کے بے پناہ قلبی لگاؤ اور ذاتی تعلقات کا بخوبی اظہار کرتے ہیں۔خصوصاً آپؒ نے حضرت مظفر بلخیؒ اور قاضی شمس الدینؒ کو زیادہ مکتوبات لکھے ہیں۔ ان سے اپنے قلبی تعلق کے بارے میں خود وضاحت فرمائی ۔ حضرت مظفر بلخیؒ کو اپنا جسم و جان تک قرار دیا، فرماتے ہیں:

”تن مظفر جان شرف الدین، جان مظفر تن شرف الدین، شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین“(۴۷)

آپؒ قاضی شمس الدین کو بھی خوب عزیز رکھتے تھے اور انہیں ہی زیادہ مکتوبات تحریر فرمائے۔وصال کے وقت جہاں اوروں پر نوازشیں فرمائیں وہاں قاضی صاحب کو بلا یا اور فرمایا کہ قاضی شمس الدین کو کیا کہوں!یہ تو میرے فرزند ہیں ۔ اکثر میں نے ان کو فرزند اور کبھی برادر لکھا ہے۔انہی کی وجہ سے میرا علمِ درویشی ظاہر ہوا اور مجھے لکھنا اور کہنا پڑا ورنہ کون لکھتا۔ فوائد رکنی کے ہر فائدے میں بھی مکتوب الیہ کو بار بار اے بھائی !کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔

منتخب موضوعات پر مکتوب

آپؒ کے عہد میں مکتوبات کو اہم موضوعات کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا تھا۔مکتوبات صرف خیریت ،خیالات اور حاجات کے بیان تک ہی محدود تھے۔مگر آپؒ نے مکتوبات کو ایک مستقل فن بنا دیا ۔جو مضامین مستقل

(۴۶)منیری، احمد یحیٰ شرف الدین، فوائد رکنی، فائدہ:۱۴، ص۷۵

(۴۷)منیری، شرف الدین، مکتوباتِ صدی، ص۳۰۔

طور پر ایک ایک کتاب میں سموئے جا سکتے تھے۔انہیں چھوٹے چھوٹے مکتوبات میں لکھ کر عام کر دیا۔ آپ کے مکتوبات دینی،اخلاقی اور صوفیانہ تمام اہم مضامین پر مشتمل ہیں اور معلومات کے نہایت وسیع ذخیرے کو لیے ہوئے ہیں۔

سخت معاملات پر امید دلانا، ہمت بندھانا اور مکتوب الیہ کو عمل کی طرف راغب فرمانا آپؒ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ صمدیت و استغناءُ اس کا اختیار مطلق ،اس کی قدرتِ کاملہ ، جباری و قہاری کا بے مثال بیان فرماتے ہیں۔ پھر آخرت کے ایسے احوال بھی کہ پڑھ کر انسان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ حیرت نہیں کہ ایک صاحبِ یقین و نظر کی تحریر جسے اظہار کی بڑی قوت عطا ہوئی ہو ،اسے پڑھ کر قاری پر مایوسی طاری ہو جائے۔ اسے اپنی تباہی و بربادی یوں نظر آئے کہ نجات کی کوئی امید باقی نہ رہے۔مگر علمائے ربانی اور نائبین رسالت مآب ﷺ ان کی بشارت وانذار دونوں کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں ۔وہ بندگانِ خدا کو نبی کریم ﷺ کی امت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتے ۔ صرف راہ حق کی مشکلات ہی نہیں دکھاتے۔ انہیں اللہ کے بے پایاں فضل کی طرف لے کر جاتے ہیں۔اس کا رستہ دکھاتے ہیں۔ ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ عمل اور کوشش کرنے پر آمادہ کرتے ہیں کی جو بعثتِ انبیائے کرام اور ان کے ورثا کی دعوت اور جدوجہد کا مقصود ہوتا ہے۔ اس کا کامل نمونہ ہمیں حضرت مخدومِ جہاںؒ کی تحریروں میں نظر آتا ہے کہ جہاں آپؒ جلالِ خداوندی کے ساتھ اس کے جمال کا مشاہدہ بھی کرواتے ہیں۔ اس کی شانِ قہاری کے بعد شانِ غفاری کی جھلک بھی بڑی وضاحت سے دکھلاتے ہیں۔ مشکل و مہیب مقامات و معاملات دکھا کر قاری کی توجہ پھر اس ارحم الراحمین کی طرف مبذول کرواتے ہیں،اس کے فضل و کرم کی یاد دہانی کرواتے ہیں اور اسے عمل پر آمادہ فرماتے ہیں۔ اس کی امید کو ٹوٹنے نہیں دیتے،ہمت بندھاتے ہیں۔ طلب اور کوشش کی طرف راغب کرتے ہیں ۔

علمائے کرام، قضاۃ، امراء اور شاہان وقت ،مکتوب الیہم کا وسیع دائرہ آپؒ کے مکتوب الیہم کی جانب دیکھا جائے تو یہ ایک لمبی فہرست بنتی ہے۔جن میں آپؒ کے تلامذہ و مریدین اور خلفاُ کے علاوہ علمائے کرام، امرا، قضاۃ بلکہ خود شاہانِ وقت تک شامل ہیں۔ آپ نے اسلامی معاشرے کے تمام اہم ارکان و عناصر کو مکتوبات رقم فرمائے اور انہیں حسب حال ہدایت و نصائح سے نوازااور اپنی معلومات، علم شریعت، فہم دین، بزرگان دین کے علوم و فنون سے آگاہ فرمایا۔

آپؒ نے بادشاہوں سے کوئی ذاتی تعلق و واسطہ نہ ہونے کے باوجود محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تغلق کو نصیحت و ہدایت کے لیے مکتوب بھیجے۔ سلطان محمد تغلق کو ایک مکتوب لکھا جس میں اسے اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے علم کو ایک کنارے رکھ دینے کا بیان تھا۔اس میں بتایا کہ جب تک (کئی) لوگوں

کے پاس دولت نہیں آئی اور ان کی (اکثر) مرادیں پوری نہیں ہوئیں وہ ذات باری تعالیٰ سے منہ موڑنے والے نہ بنے۔ مثلاً ثعلبہ (صحابی) جسے کبوتر مسجد کہا جاتا تھا۔جب دولت آئی تو اسلام سے ہی پھر گیااور فرعون، نمرود، شداد اور عاد جب تک نامراد رہے کسی نے خدائی دعویٰ نہ کیا مگر جب بامراد ہوئے تو خدائی دعویٰ کرنے لگے۔(۴۸) اسی طرح آپؒ نے فیروز شاہ تغلق کو بھی ایک مکتوب لکھا جس میں نہایت بلیغ پیرایہ اور عالمانہ انداز میں اسے عدل و انصاف کی تلقین کی ہے۔جس بہت سی احادیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔(۴۹)

آپؒ نے سلطان محمد تغلق اورسلطان فیروز شاہ تغلق کے علاوہ جن سیاسی و حکومتی شخصیات کو مکاتیب لکھے ان میں داؤد ملک (داماد سلطان محمد تغلق) قاضی شمس الدین (قاضیٔ چوسہ)، قاضی صدر الدین (نائب قاضی سنار گاؤں)، قاضی زاہد، قاضی حسام الدین ، خواجہ مہذب،خواجہ احمد ،امین خان ،ملک زادہ مبارک قصوری، ملک خضر ،ملک مفرح ، ملک محمود ملک معز الدین، شمس الملک، شمس الدین خوارزمی، ملک الامراء جیسے اہم حکومتی مراتب پر فائز لوگ شامل ہیں۔سب سے زیادہ اور اہم ترین مکتوبات قاضی شمس الدین کے نام ہیں۔عرفان و تصوف سے متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کی وضاحت آپؒ نے ان مکاتیب میں نہ کی ہو۔بالا درج دیگر سیاسی عمائدین کو بھی آپؒ نے کئی مکاتیب لکھے ،جن میں اپنے عالمانہ وقار اور سنجیدگی سے نصیحتیں کیں۔ ان کو دین اسلام کے بارے میں صحیح آگاہی بخشی۔ عقائد کی تصحیح فرمائی اور اعمال حسنہ کی طرف راغب کیا۔

انقلاب انگیز دعوت

تحاریر میں مؤثر ترین اجزاً میں انسانی مقام و مرتبے، قلب انسانی کی وسعت و رفعت ،انسانی صلاحیتوں ،ان میں ترقی کے امکانات،عشق ومحبت اور ان کی قدر و قیمت پر لکھا گیا ہے۔ ان موضوعات پر نظم کی صورت میں تو ہمارے کئی بزرگوں نے لکھا ہے۔مگر جہاں تک نثر کا تعلق ہے اس میں حضرت مخدوم جہاںؒ کے مکتوبات کو بے حد قوی، بلیغ اور مؤثر تسلیم کیا گیا ہے۔ان کے مطالعے سے دل میں اعتماد، حوصلہ، ہمت، جرأت، امید ،لگن اوران کمالات کو حاصل کرنے کی امنگ بیدار ہوتی ہے۔جو انسان کے لیے رکھے گئے ہیں۔ انسان کی یاس و ناامیدی ، کم حوصلگی ، بے اعتمادی ،افسردگی اور شرمندگی کا ازالہ ہوتا ہے ۔یہ مکتوبات انسان میں طلب ، عمل اور کوشش کو پیدا کرکے منزل کی جانب سفر کو آسان بناتے ہیں۔یہ کہنا بعید نہ ہو گا کہ یہ مکتوبات ایک انقلاب انگیز دعوت کے لحاظ سے لکھے گئے ہیں۔

---

(۴۸) شرف الدین احمد، (۱۴۲۴ھ)، مکتوبات دوصدی، مترجم: شاہ قسیم الدین، سیرت فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان۔ ص ۶۷۴-

(۴۹) شرف الدین احمد یحیی، مکتوبات دوصدی، ص ۳۸۴-۳۸۶۔

کرامت وشرف انسانی کی یاددہانی

خود شکنی وخود عاری کے بعض ناعاقبت اندیش مبلغین کی وجہ سے یہ بات عام ہو رہی تھی کہ انسانیت ننگ وعارایک ناقابلِ اصلاح فطری عیب اور ناقابل تلافی تقصیر ہے ۔ انسانی ترقی میں خود انسانیت ہی سب سے بڑھ کر رکاوٹ اور سدِراہ ہے۔جسے دور کرنا انسان کے لیے سب سے ضروری ہے کیونکہ انسان کا وجود خود ایسا گناہ ہے کہ جس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ جس کے نتیجے میں انسان خود مسجود ملائک ہوتے ہوئے فرشتوں پر رشک کرتے ہوئے خود میں انسانی کمالات وصفات کو جلا دینے اور بہتر بنانے کی بجائے خود میں ملکوتی صفات پیدا کرنے اور فرشتوں کی تقلید کا خواہاں ہونے لگا تھا۔ اس فضا میں حضرت مخدومؒ جہاںؒ نے ایک نامانوس آواز بلند کی اور بڑی حکمت ،بلاغت اور سہولت کے ساتھ انسانی رفعت ، محبوبیت اور اس کے خلیفۃ اللہ ہونے کے منصب کی یاد دہانی کروائی۔اور پھر اسے اپنے مکتوبات میں اس طرح باربار دہرایا اور مختلف اسلوب وطریقوں سے سمجھایا کہ اسے جمع کیا جائے تو اس موضوع پر ایسا قیمتی ذخیرہ بن جائے جسے پڑھ کر انسان کا دل حوصلے،امنگ اور ولولے سے معمور ہو جائےاور وہ دوسری کسی بھی مخلوق کی بجائے خود کو انسان ہونے پر ناز کرنے لگے۔ مثلاً مکتوبات صدی کے اڑتیسویں مکتوب میں لکھتے ہیں:

"دیکھو! موجودات بہت تھیں۔مصنوعات بے شمار تھیں مگر کسی ایک کے ساتھ یہ معاملہ نہیں جو اس آب و گل (انسان) کے ساتھ ہے"(۵۰)

انسان کو سرِ الٰہی کا حامل قرار دیتے ہوئے اس بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالموں میں کسی کو بھی انسان سے زیادہ بڑھ کر ہمت والا پیدا نہیں فرمایااور انسانوں کے علاوہ اور کسی کے لیے (نفخت فيه روحي) یعنی اس میں میں نے اپنی طرف سے روح پھونکی)نہیں فرمایا۔اس کے علاوہ اور کسی گروہ میں انبیاؑ اور آسمانی کتابیں نہیں بھیجیں گئیں ۔روزِ ازل سے سوائے آدمیوں کے کسی پر سلام نہیں کیا گیااور سوائے ان کے اور کسی کو دیدار کی دولت کسی کو عطا نہیں ہوئی"(۵۱)

انسان میں محبت کی امانت ودیعت ہونے کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

---

(۵۰)شرف الدین یحییٰ منیری،مکتوبات صدی،ص۲۷۱۔

(۵۱)ایضاً،۵۳/ ۳۵۴۔

"دوسری مخلوقات کو محبت سے کوئی لگاؤ نہیں کہ وہ بلند ہمت نہیں رکھتی ۔ملائکہ کاکام جو سیدھ میں چل رہا ہے اسی لیے کہ ان تک محبت کا گزر نہیں ہوا۔اور یہ جو اونچ نیچ انسانوں کے ساتھ پیش آتی ہے حدیث محبت بمصداق(وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے) انہیں محبت سے سروکار ہے۔ پس جس کے مشامِ جاں تک محبت کی کچھ خوشبو پہنچی اسے چاہیے کہ سلامتی کو خیر باد کہے اور خود کو بھی وداع کردے کی محبت(جب ہو جائے تو) کسی چیز کچھ نہیں چھوڑتی اورنہ کچھ باقی نہیں رہنے دیتی ہے"(۵۲)

فارسی ادب کے شاہکار مکتوب

ان میں ایک خاص ادبی چاشنی موجود ہے۔طویل جملوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے فقرے بھی عجیب بہار دکھاتے ہیں ۔ آپؒ نے ان مکتوبات میں عربی و فارسی مثالوں، مقولوں اور شعروں کا خوب استعمال کیا ہے۔ اس بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ :

"دینی وعلمی برتریاں جو حضرت مخدوم کو بارگاہ ربانی سے ارزانی فرمائی گئی ہیں،ان سے تو دنیاواقف ہے لیکن کم از کم میرا خیال تو یہی ہے کہ نثر نگاری میں سعدی شیرازی کے بعد کسی کانام ہند میں ہی نہیں بلکہ ایران میں بھی اگر لیا جاسکتا ہے تو شاید وہ بہار کے مخدوم الملک ہی ہو سکتے ہیں۔مکتوبات کی شکل میں (آپؒ نے) جو ارقام فرمایا ہے فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی"(۵۳)

ابوالحسن ندوی تاریخ دعوت و عزیمت کی تیسری جلد میں حضرت مخدومِ جہاں کے تذکرہ میں آپؒ کے مکتوبات کا بارے میں لکھتے ہیں:

" آپ کی باطنی کیفیات،یقین و مشاہدہ دعوت کے غلبہ ،اہلِ عصر و اہل تعلق کو حقائق سے آگاہ کرنے اور(انہیں) منزلِ مقصود پر پہنچانے کے جذبہ، اخلاص و درد مندی، روح کی لطافت، اور قلب کی پاکیزگی اور اس سب کے ساتھ زبان پر قدرت نے حضرت شیخ شرف الدینؒ کو ایک بلند ادبی مقام عطا کیا ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کے لیے ایک مستقل اسلوب پیدا کر لیا ہے جو انہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ان کے مکتوبات نہ صرف فارسی ادبیات بلکہ اسلامی ادبیات میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور معارف و

---

(۵۲) ایضاً،۴۶/۳۱۹۔

(۵۳) شرف الدین یحیی منیری، مکتوبات صدی، ص ۱۳۱۔

حقائق، دعوت و اصلاح کے وسیع ذخیرے میں کم چیزیں ایسی ہوں گی جو اپنی ادبیت اور قوت تاثیر میں ان کی نظیر ہوں"(۵۴)

خلاصہ کلام:

غرض حضرت مخدومِ جہاں نے نہ صرف ملکِ ہند کے باشندوں کو حق تعالیٰ کے رستے سے روشناس کروایا، بندوں کا رب سے تعلق اور اس کی ضرورت و اہمیت کوواضح کیا، بے شمار لوگوں کے دلوں میں حبِ الٰہی اور حق طلبی کا جذبہ بیدار فرمایا،انہیں سلوک و معرفت کے لطیف عالی علوم سے بہرہ مند فرمایا بلکہ دوسرے مصلحین امت اور بزرگان دین کی مانند انہوں نے دین کی حفاظت کا فریضہ بھی بخوبی سر انجام دیا۔ آپؒ نے عقائد و احکام یعنی شریعتِ اسلامی کو غالی و جاہل بزعمِ خود صوفیأ کی بے اعتدالیوں، ملحدین کی تحریفات اور باطنیت و زندقہ کے اثراتِ بد سے محفوظ رکھا اور ان غلط اعتقادات کی نشاندہی فرمائی جو بد اعتقاد مبلغین و مصلحین ، جاہل مشائخ اور فلسفہ و باطنیت سے متاثر اشراقین کی دعوت و تبلیغ سے شرقی ہندوستان جیسے دور افتادہ علاقوں میں (کہ جہاں اسلام بہت گھوم کر پہنچا تھا اور وہاں کتاب و سنت سے براہ راست معلومات کے ذرائع آغاز سے ہی محدود رہے تھے) سحر طاری کر رہے تھے۔انھوں نے اپنے مکتوبات کے ذریعے ان سب باطل و غلط عقائد اور خیالات پر کاری ضرب لگائی اور ان کے نتیجے میں پھیلنے والے زندقہ و الحاد اور عقائدِ اسلامیہ کے تزلزل کو روک کر عقائدِ صحیحہ اور اہلِ سنت کے درست مسلک کی تبلیغ و اشاعت بڑے مؤثر، قوی اور بھرپور طریقے سے کی۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں درست اور صحیح متعارف کروایا اور سب کو اللہ و اس کے مکرم و حبیب رسول ﷺ کے رستے کی طرف لے کر آئے۔

سفارشات

آج آپؒ کی عظیم شخصیت کی طرح آپؒ کا عظیم کام بھی عوام کیا علمأ کی نظر سے اوجھل ہے۔ علمائے کرام تک آپؒ کی شخصیت سے ناواقف ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ آپؒ کی سوانح حیات اور تعلیمات کو خصوصاً یونیورسٹی کی سطح پر نصاب میں شامل کیا جائے۔ آپؒ کے مکتوبات جو شریعت و تصوف کے حوالے سے اسلامی تاریخ کا بہترین سرمایہ و ذخیرہ ہیں۔ اگر انہیں جدید پیمانوں کے مطابق تخریج و تشریح کے ساتھ شائع کروانے کا انتظام کیا جائے تو معاشرے کے لیے نہایت کار آمد اور بہت فائدہ ثابت ہوگا۔اس مقصد کے لیے آپؒ کے مکتوبات،

---

(۵۴) ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، ۳/ ۲۴۵۔

ملفوظات اور دیگر تصانیف کو موضوع تحقیق بناکران پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیقی مقالے لکھوائے جاسکتے ہیں۔ تعلیم وابلاغ کے جدید ذرائع یعنی الیکٹریک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے پروگرام مرتب کر کے عوام تک آپؒ کی تعلیمات پہنچائی جاسکتی ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف سطحوں پر سیمیناروں اور کانفریس کو منعقد کروا کر علمأ اور پڑھے لکھے طبقے میں بھی آپؒ کی شخصیت اور تعلیمات کو سامنے لایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مصادر و مراجع

۱. القرآن الکریم

۲. دہلوی، عبدالحق محدث، (۲۰۱۵ء)، اخبار الاخیار مع مکتوبات، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور

۳. شرف الدین احمد، (۱۴۲۴ھ)، مکتوبات دوصدی، مترجم: شاہ قسیم الدین، سیرت فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان

۴. صبیح الحق، شاہ، (۱۹۴۱ء)، ذکرالشرف، نظامی پریس، بدایوں

۵. عبدالرحمٰن، صباح الدین، (س۔ن)، تذکرہ اولیائے کرام، دارالمصنفین شبلی اکیڈیمی، اعظم گڑھ، انڈیا

۶. فردوسی، زین بدر، (س۔ن)، عربی۔ معدن المعانی۔ ملفوظات: حضرت احمد یحیٰ منیری، مطبع شرف الاخبار

۷. فردوسی، شیخ احمد لنگر دریا، (۲۰۱۰ء)، مونس القلوب، مترجم: ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی، بہار (نالندہ)، مکتبۂ الشرف

۸. محب الرسول، محمد، شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری، (دینی خدمات اور انکے اثرات ونتائج)، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل

۹. منیری، احمد یحیٰ، (۱۳۹۶ھ)، مکتوبات صدی، مترجم: سید نجم الدین احمد فردوسی وسید الیاس، سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی

۱۰. منیری، احمد، شرف الدین، مکتوباتِ صدی، مقدمہ: محمد نعیم ندوی

۱۱. محمد اکرام، (۱۹۸۷ء)، آبِ کوثر، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی، انڈیا

۱۲. منیری، احمد یحیٰ شرف الدین، (۲۰۰۳ء)، مکتوبات دوصدی، مترجم: شاہ قسیم الدین، سیرت فاؤنڈیشن، لاہور

۱۳. منیری احمد یحیٰ شرف الدین، (س۔ن)، فوائد رکنی، مترجم: ڈاکٹر محمد علی ارشد اشرفی، مکتبہ شرف بیت الشرف

۱۴. فردوسی، شاہ شعیب، (س۔ن)، مناقب الاصفیاء، مطبع نور الآفاق، کلکتہ، انڈیا

۱۵. ندوی، ابوالحسن علی، (۲۰۱۰ء)، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات نشریات اسلام، لکھنؤ، انڈیا

۱۶. ندوی، ابوالحسن، (س۔ن)، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی